کی صحت کی نفی نہیں فرمائی۔

۳۔ نیز مفتی محمد ابراہیم صاحب نے حضرت معبد بن ھوذہ کی حدیث نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اکتحال فی الصوم کی ممانعت کی حدیث کا ضعف اور اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث کا ضعف مساوی ہے گویا ان میں تعارض ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں "بلکہ روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کی ممانعت پر بھی بعض احادیث موجود ہیں"

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ممانعت والی حدیث منکر اور دیگر طرق سے مؤید نہ ہونے کی صورت میں مرجوح ہے اور یہ حدیث اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث کی قوۃ میں برابر نہیں ہے اس لئے اس حدیث معبد کو کسی امام فقہ نے قبول نہیں کیا، اسی حدیث معبد کے متعلق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں "فقال ابو داؤد قال لی یحیٰ بن معین هذا حدیث منکر" کہ اس حدیث کو مشہور محدث یحیٰ بن معین نے منکر فرمایا ہے، صاحب عنایہ نے عنایہ شرح ہدایہ میں حضرت معبد سے مروی حدیث کے جواب میں فرمایا ہے۔

ولنا حدیث ابی رافع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا بمکحلة اثمد فی رمضان فاکتحل وھو صائم وعن ابن مسعود قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء من بیت ام سلمة وعیناہ مملوءتان کحلا کحلته ام سلمة وصوم عاشوراء فی ذلک الوقت کان فرضا ثم صار منسوخا.... اور حاشیہ میں ہے... اجیب بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ندب الی صوم عاشوراء والاکتحال فیه وقد اجتمعت الامة علی الاکتحال یوم عاشوراء فهو راجع علی الاول. (عنایه علی الهدایه، باب الصوم)

کہ ہمارے لئے ابو رافع سے مروی حدیث کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک میں اثمد کی سرمہ دانی منگوائی اور سرمہ استعمال فرمایا حالانکہ آپ روزہ سے تھے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشوراء کے دن ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ کی آنکھیں سرمہ سے بھری ہوئی تھیں، حضرت ام سلمہ نے آپ کو سرمہ لگایا تھا اس وقت عاشورا کا روزہ فرض تھا پھر اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

ان دونوں حدیثوں سے صاحب عنایہ نے حضرت معبد کی حدیث کا ذکر کردہ جواب تحریر فرمایا ہے اور عنایہ کے حاشیہ میں محشی نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کے روزہ اور اس میں سرمہ لگانے کو مستحب قرار دیا لہذا امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاشورا کے دن سرمہ استعمال کرنا مستحب ہے لہذا یہ معبد کی حدیث پر راجح ہے۔

لہٰذا معبد کی حدیث سے سرمہ سے روزے کے فاسد ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہے اس سلسلہ میں قاضی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا حضرت معبد کی حدیث سے استدلال کہ اس سے ثابت ہے کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے صحیح نہیں ہے بلکہ عارضة الاحوزی شرح الترمذی میں ہے کہ اگر بالفرض حضرت معبد کی حدیث صحیح بھی ہوتو اجماع امت کو باطل نہیں کرسکتی کیونکہ امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ سرمہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

۳۔ آخر میں مفتی محمد ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ "مجموعی قوت مسلم ہے مگر یہ حدیث صحیح الفطر مما دخل" کے معارض ہے اور احناف تعارض کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح دیتے ہیں" (الخ) اس بحث سے مفتی صاحب نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے الفطر مما دخل اور اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث میں تعارض کی صورت میں الفطر مما دخل کو راجح ثابت کرنے کیلئے تین وجہ ذکر فرمائیں، اول یہ کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے، دوم جس روایت میں ضابطہ کلیہ بیان ہوا ہو اس کو ترجیح ہوتی ہے، سوم الفطر مما دخل مؤید بالقیاس ہونے کی وجہ سے راجح ہے۔

مفتی صاحب کی خدمت میں عرض ہے، جب احناف احادیث کے تعارض کے وقت آپ کی جانب سے ذکر کردہ وجوہ سے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیتے رہے ہیں تو آئمہ اربعہ سے آج تک قدیم فقہاء نے اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث کو ترجیح کیوں دی اور الفطر مما دخل کو ترجیح کیوں نہیں دی؟ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ فقہاء کرام کو تعارض کا علم نہیں تھا، یا تعارض میں وجوہ ترجیح فقہاء نہیں جانتے تھے، یا پھر قصداً اس پر عمل نہیں کیا گیا تو لازمی طور پر کہنا ہوگا کہ فقہاء کرام کے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہی نہیں ہے یا تو اس لئے کہ دونوں حدیثیں ایک ہی درجہ کی نہیں ہیں جس طرح مفتی منیب الرحمن صاحب نے فرمایا ہے لیکن یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ دونوں حدیثوں کو فقہاء نے قبول کیا ہے اور مقام استدلال میں ذکر کیا ہے لہٰذا ایک درجہ کی نہ ہونے کے باوجود ان میں سے کوئی حدیث متروک نہیں ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ الفطر مما دخل مخصوص منہ البعض ہے اور اکتحال فی الصوم کی حدیثیں اس کی مخصص ہیں جس طرح حصر کے لحاظ سے اس حدیث الفطر مما دخل میں تخصیص کی گئی ہے کیونکہ اس حدیث میں حصر ہونے کی وجہ سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ داخل اشیاء سے ہی روزہ فاسد ہوگا اور بدن سے خارج ہونے والی اشیاء سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اور یہی حصر ہے، جب اس حصر کی وجہ سے اعتراض ہوا کہ دوسری حدیث میں ہے من استقاء عامدا فعلیه القضاء یعنی بالقصد قے کرنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے حالانکہ قے میں خروج ہے دخول نہیں ہے تو ہمارے علماء نے فرمایا "الفطر مما دخل" میں استقاء والی حدیث کی وجہ سے تخصیص ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں علی کل حال

یکون مخصوصاً بحدیث الاستقاء، اسی طرح نسیان کی وجہ سے پیٹ میں داخل اشیاء سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا تو اس کی وجہ سے بھی الفطر مما دخل کو مخصوص منہ البعض تسلیم کرنا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم فاکل وشرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بھول گیا حالانکہ وہ روزے سے تھا اس نے کھایا یا پی لیا وہ روزہ مکمل کرے، بیشک اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے کھلایا اور پلایا ہے، اگر الفطر مما دخل کو عام رکھا جائے تو حالت نسیان میں دخول اشیاء سے روزہ فاسد ہو جانا چاہئے، حالانکہ روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

تو جب حدیث استقاء اور حدیث نسیان کی وجہ سے الفطر مما دخل مخصوص منہ البعض ہے تو اکتحال فی الصوم کی حدیث مبارک کی وجہ سے بھی الفطر ممادخل میں تخصیص تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

شاید اسی وجہ سے فقہاء کرام نے وجوہ ترجیح سے الفطر مما دخل کو ترجیح نہیں دی لیکن مفتی صاحب نے ترجیح دے دی، ہو سکتا ہے مفتی صاحب انہی وجوہ ترجیح سے الفطر مما دخل کے حدیث نسیان پر ترجیح کے بھی قائل ہوں کیونکہ بعینہ وجوہ ثلاثہ مذکورہ کا اجراء حدیث نسیان میں بھی ممکن ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں اتموا الصیام الی اللیل ہے۔ لہٰذا آیت اور حدیث نسیان میں تعارض ہے کیونکہ روزہ کا شرعی مفہوم مفطرات ثلاثۃ سے روزہ کے ارادہ سے باز رہنا ہے اور نسیان کی حالت میں اکل وشرب اس کے خلاف ہے چونکہ آیت محرم ہے اور اس میں ضابطہ کلیہ بیان ہو رہا ہے اور آیت مؤید بالقیاس اور حدیث خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس یہ تھا کہ حالت نسیان میں اکل وشرب سے روزہ فاسد ہو جاتا، لہٰذا مذکورہ تینوں وجوہ سے حدیث نسیان موقوف اور متروک ہونی چاہئے تھی، حالانکہ احناف نے حدیث نسیان کے متروک ہونے کا حکم نہیں فرمایا، البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ جب نماز حالت نسیان میں اکل وشرب سے فاسد ہو جاتی ہے اور اعتکاف اور احرام حالت نسیان میں جماع سے فاسد ہو جاتے ہیں تو روزہ کو بھی قیاس کے مطابق فاسد ہونا چاہئے، اسی طرح اکتحال فی الصوم میں ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ قیاس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام مالک کی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ سے اجتہاد میں حیثیت کہیں زیادہ ہے لہٰذا مفتی محمد ابراہیم صاحب کو امام مالک کے مذہب کے مطابق حدیث نسیان کے ترک کا فتویٰ بھی دینا چاہئے۔

نیز آنکھوں کا منفذ تو باریک ہونے اور خفیف ہونے کی وجہ سے متنازع ہے کہ یہ منفذ ہے یا مسام ہے، لیکن حلق کے منفذ میں تو کوئی تنازع نہیں ہے، جس طرح مفتی صاحب نے قیاس کی وجہ سے ابن ابی لیلیٰ اور

ابن شبرمہ کی اتباع میں سرمہ سے فساد روزہ کا حکم فرمایا اور ابن ہوذہ کی حدیث کو ترجیح دی اسی طرح مفتی صاحب کو چاہئے کہ وہ قیاس کی وجہ سے امام مالک کی اتباع کرتے ہوئے نسیان کی حالت میں اکل وشرب کے مسئلہ میں بھی قرآن کی آیت کو ترجیح دیں، مفتی صاحب نے حدیث نسیان کو ترک کیوں نہیں کیا؟ دراصل علماء احناف نے آیت کریمہ کیلئے حدیث نسیان کو مخصص قرار دے کر دونوں پر عمل فرمایا لہذا ہمیں بھی ایسا کرنا چاہئے، کسی ایک کو ترجیح نہیں دینی چاہئے بلکہ اکتحال فی الصوم کی احادیث اور الفطر مما دخل دونوں پر عمل کرنا چاہئے اور ایک حدیث کو دوسری کیلئے مخصوص ماننا چاہئے۔

ہم مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے موقف کی تائید کے ساتھ ساتھ ہماری رائے یہ ہے کہ فقہاء قدیم کا موقف بالکل صحیح ہے کہ جس طرح سرمہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا دوا سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کیونکہ جس شخص نے روزہ کی حالت میں سرمہ آنکھوں میں ڈالنے کا حکم پوچھا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اجازت دے دی تھی وہ آنکھوں کا مریض تھا اور سرمہ بطور دوا استعمال کرنا چاہتا تھا لہذا سرمہ کے علاوہ دوا کا روزہ کیلئے مفسد نہ ہونا بھی مدلول النص ہے اس کی نظیر حدیث نسیان ہے کہ اس میں صرف اکل وشرب کا ذکر ہے، جماع کا ذکر نہیں ہے لیکن ہمارے علماء نے فرمایا کہ جماع کا حکم بھی وہی ہے کہ حالت نسیان میں جماع سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اور فرمایا کہ جماع کا مفسد نہ ہونا بھی حدیث نسیان کا مدلول ہے، اکل وشرب کا غیر مفسد ہونا عبارت النص سے ثابت ہے اور جماع کا غیر مفسد ہونا دلالۃ النص سے ثابت ہے تو اسی طرح اگر اکتحال فی الصوم کی احادیث میں سرمہ کا غیر مفسد ہونا عبارت النص سے اور دوا کا غیر مفسد ہونا دلالت النص سے ثابت ہونا تسلیم کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لہذا دوا کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

ھدایہ اور فتح کی عبارت ملاحظہ ہو:

والقياس ان يفطر وهو قول مالک لوجود ما يضاد الصوم كالكلام ناسيا في الصلوٰة وكترک النية فيه وكالجماع في الاحرام والاعتكاف فان ذلک كله يفسد مع النسيان الخ (۲/۳۳۲، دار الكتب العلمية)

اور قیاس یہ تھا کہ نسیان کی حالت میں اکل وشرب سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے کیونکہ اکل وشرب روزہ کیلئے ضد ہے جس طرح نماز میں نسیان کی حالت میں کلام کرنے یا ترک نیت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ کلام اور ترک نیت نماز کی ضد ہے، اور احرام اور اعتکاف میں جماع کا حالت نسیان میں احرام اور اعتکاف کیلئے مفسد ہوتا ہے کیونکہ جماع، احرام اور اعتکاف کی ضد ہے لہذا یہ سب نسیان کے ساتھ فاسد ہو جاتے ہیں اور یہی قیاس ہے۔

حاشیہ میں ہے:

فان قیل سلمنا ذالک لکن ورد فی الاکل و الشرب علی خلاف القیاس فکیف تعدی الی الجماع اجاب بقوله اذا ثبت هذا (الخ) یعنی ثبت بالدلالة بالقیاس. (۲/۳۳۲)

اگر سوال کیا جائے کہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ (حالت نسیان میں اکل وشرب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا) لیکن یہ حدیث اکل وشرب میں خلاف قیاس وارد ہے تو جماع کی طرف کیسے متعدی ہوگی تو اس کا صاحب ہدایہ نے اپنے قول ''اذا ثبت'' سے جواب دیا کہ جماع (کے مفسد ہونے) کا دلالت النص سے ثابت ہے، قیاس کے ساتھ نہیں ہے (تاکہ یہ کہا جائے کہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے اور حدیث خلاف قیاس مورد سماع پر موقوف ہوتی ہے) لہٰذا جماع کے مفسد نہ ہونے کا حدیث میں ذکر نہیں اور جماع حالت نسیان میں ہوتو قیاس کے مطابق روزہ فاسد ہونا چاہئے، یہ تفصیل تب ہوتی اگر جماع کا مفسد ہونا مدلول النص نہ ہوتا۔

بعینہ ہم اگر سرمہ کی بحث میں اس بات کا اعادہ کریں تو ہمارے لئے جائز ہونا چاہئے مثلاً اگر سوال کیا جائے کہ ہم نے اکتحال فی الصوم کی احادیث مبارکہ کو تسلیم کرلیا لیکن ان میں تو سرمہ کا ذکر ہے دوا کی طرف کس طرح تعدی ہوگی کیونکہ سرمہ والی نص خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس نصوص مورد سماع تک محدود ہوتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ دوا کے مفسد نہ ہونے کا ثبوت قیاس سے نہیں بلکہ دلالۃ النص سے ہے، بلکہ سرمہ کے عنوان سے دوا کا ذکر ہے اور دوا کا غیر مفسد ہونا ثابت ہے تو ثابت ہوا سرمہ اور دوا سے روزہ فاسد نہیں ہوتا سرمہ اور دوا میں تفریق نہیں کرنی چاہئے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ فقہاء کرام نے آنکھوں میں سرمہ ڈالنے سے روزہ فاسد نہ ہونے کی ایک عقلی وجہ بھی ذکر کی تھی کہ آنکھوں اور حلق کے مابین کوئی منفذ نہیں ہے سرمہ کا اثر حلق میں یا آنسوں کا ظہور مسامات کے ذریعہ ہوتا ہے، لہٰذا سرمہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم طبی تحقیق کی وجہ سے ہمارے علماء نے سرمہ سے روزہ کے فاسد نہ ہونے کا حکم لگایا اور اس مسئلہ کی بنیاد بھی کان اور احلیل کی طرح طب میں ہونے والی تحقیق ہے، چونکہ جدید طبی تحقیق کے مطابق آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ ثابت ہو چکا ہے لہٰذا سرمہ سے روزہ فاسد ہونا چاہئے، اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ آنکھ کے مسئلہ میں احادیث مبارکہ موجود ہیں لہٰذا اس مسئلہ کی بنیاد طب نہیں بلکہ احادیث پر رکھی گئی ہے اور عقلی وجہ بالطبع ذکر کردی گئی ہے لہٰذا آنکھ کا مسئلہ کان اور احلیل جیسا نہیں ہے، ثانیاً یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قدیم فقہاء کو آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ کا علم تھا جیسا قاضی ابن ابی لیلی اور ابن شبرمہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے لیکن یہ منفذ نہایت باریک اور خفیف تھا، اس لئے فقہاء کرام نے اس منفذ کو مسام شمار کیا اور ایک

عقلی وجہ بھی ذکر کردی، بالفرض قدیم فقہاء کی بیان کی گئی عقلی وجہ صحیح نہیں رہی تو احادیث کی صحت کی وجہ سے سرمہ کا حکم بدلنا مناسب نہیں بلکہ جائز نہیں ہے لہٰذا سرمہ اور دواء آنکھوں میں ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

الحاصل: احادیث مبارکہ کی بنیاد پر قدیم فقہاء کا یہ قول ہی مفتیٰ بہ ہے کہ سرمہ اور دواء سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لہٰذا احادیث مبارکہ کی تضعیف اور سرمہ اور دواء میں تفریق اور قدیم فقہاء کی تغلیط مناسب نہیں۔(واللہ تعالیٰ اعلم)

نوٹ: ڈاکٹر مختار آئی اسپیشلسٹ سے آنکھوں کے مذکورہ مسئلہ میں میری بات ہوئی تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ تو ہے لیکن ایک بڑے مسام کی طرح ہے لہٰذا اگر مسام تسلیم کرلیا جائے تو فقہاء کرام کی جانب سے بیان کردہ عقلی وجہ بھی صحیح ہوجائے گی، اسی طرح ایک مفتی صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ شوافع کی کتابوں میں آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ کے متعلق ہے کہ اس منفذ کو اس کی دقت اور خفت کی وجہ سے منفذ اعتبار نہیں کیا جائے گا، نیز بقول ڈاکٹر مختار صاحب آنکھ سے حلق میں ہزارواں حصہ رساؤ کے ذریعے پہنچتا ہے بہہ کر نہیں پہنچتا تو یہ کیفیت مسام کی ہوتی ہے، باقی رہا آنسو کا مسئلہ تو آنسو سر سے مسامات کے ذریعے آنکھوں میں مترشح ہوتی ہیں کسی منفذ سے خارج نہیں ہوتیں لہٰذا بعض لوگوں کا آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ کے ہونے پر آنسو بہنے کی دلیل بنانا غلط ہے، اگر بڑا مسام تسلیم کرلیا جائے تو قدیم فقہاء کی جانب سے بیان کردہ عقلی وجہ بھی صحیح ہوسکتی ہے اور قدیم فقہاء رحمہم اللہ کی تغلیط کا ارتکاب لازم نہیں ہوگا۔(۲)

آنکھوں میں دوا کے قطرے ٹپکانے پر ہمارا محاکمہ

محترم مفتی محمد ابراہیم صاحب قادری کا موقف اور اس پر گرامی قدر مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا محاکمہ اور پھر ان دونوں حضرات گرامی کے موقف پر حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب زید مجدہٗ نائب رئیس مجلس فقہ اسلامی کا محاکمہ آپ نے پڑھ لیا ہے محترم مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب اور حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا مشترکہ موقف یہ ہے کہ حالت روزہ میں آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر آنکھ میں سرمہ ڈالنے کے موقف میں اختلاف ہے محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جبکہ مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کے محاکمہ میں یہ ہے کہ حالت روزہ میں آنکھ میں سرمہ لگانے یا دوا کے قطرے ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کتب احادیث میں باہم معارض احادیث کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے اور ہر شخص کو اس کی سوچ فکر اور طلب کے مطابق احادیث مل جاتی ہیں اور ہم اس وقت لرز کر رہ جاتے ہیں جب احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راویوں کی کسوٹی پر

پرکھنے کے بعد کسی حدیث کو راجح اور کسی کو مرجوح اور کسی کو نا قابل عمل قرار دیا جاتا ہے،جرأت یہ کہ اقوال وافعال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد انواع میں تقسیم کر دیا گیا ہے،یہ ناچیز ہمیشہ اس جرأت سے بچتا رہا اور کسی حدیث پر کوئی حکم لگانے یا لگائے گئے حکم کو بیان کرنے سے احتراز کرتا رہا،مگر زیر نظر بحث ایسی ہے کہ اس کی بنیاد ہی احادیث رسول (ﷺ) پر ہے اور موضوع کے مطابق انہی احادیث مبارکہ (باہم معارض ومتقابل) سے ہی مسئلہ کی حقانیت کو واضح کرنا ہے اور فقہاء کرام کی منضبط تعبیرات میں سے کسی ایک تعبیر کا انتخاب کرنا ہے،اللہ تعالیٰ میری اس جرأت اور بطور حکایت کسی ایک قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مرجوح کہنے پر مجھے معاف فرمائے (آمین)

پہلے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ کیا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟مفتی محمد ابراہیم صاحب قادری کا فتویٰ یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنا یا اس کا حکم فرمانا ثابت نہیں اور اس سلسلہ میں مروی تمام احادیث ضعیف ہیں" پھر اس قسم کی احادیث اور ان کی اسناد دیکھنے کیلئے فتح القدیر اور مشکوٰۃ شریف کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی ہے اور ساتھ ہی ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک سے مروی ایک روایت نقل کرکے اس کی فنی حیثیت پر ابوعیسیٰ ترمذی کا کلام نقل کیا ہے۔

مفتی صاحب موصوف نے جہاں روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ ڈالنے کے جواز میں وارد احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کی ممانعت والی بعض احادیث بھی ضعیف ہیں پھر مثال میں انہوں نے سنن ابوداؤد سے حضرت معبد بن ہوذہ کی روایت درج کی ہے کہ "انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملے ہوئے اثمد (سرمہ کی ایک قسم) لگانے کا حکم فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا لیتقه الصائم "یعنی روزہ دار اس سے بچے" پھر اس حدیث کو ضعیف اور آگے جا کر معارضہ میں مرجوح قرار دیا ہے۔

نیز حضرت انس کی روایت پر ابوعیسیٰ کا جو کلام نقل کیا گیا ہے اس کے آخری جملے بھی لائق توجہ ہیں یعنی "اہل علم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے میں اختلاف کیا ہے بعض اسے مکروہ کہتے ہیں حضرت سفیان ثوری،ابن المبارک،امام احمد اور اسحٰق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے روزہ دار کو سرمہ لگانے کی رخصت دی ہے" ابوعیسیٰ ترمذی نے مکروہ قرار دینے والوں کے اسماء گرامی بتا دیئے مگر یہ فقہاء پر چھوڑ دیا کہ وہ حسب تحقیق اسے مکروہ تحریمی قرار دیں یا تنزیہی؟پھر جن حضرات نے رخصت دی ہے ان کے اسماء گرامی صیغہ راز میں رکھنا بھی عجیب ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت انس والی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں۔۔۔ یہ حکم اجازت مریض کیلئے ہے اور دوسری حدیث میں حضرت معبد بن ہوذہ کو سوتے وقت اثمد سرمہ لگانے کا حکم فرمایا،اور فرمایا روزہ دار اس سے بچے،ابوداؤد میں موجود اس حدیث سے روزہ دار کیلئے اثمد سرمہ لگانے کی ممانعت ثابت کی گئی ہے،حالانکہ لیتقه میں معنی کے اعتبار سے حکم احتیاط ہے،پھر اثمد کونسا سرمہ ہے؟محدثین وفقہاء کرام نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا،پھر بھی حکم جاری کر دیا گیا ہے،بہر حال اگر دو حدیثیں معارض ہیں تو پھر کلیے کے

مطابق اذا تعارضا تساقطا پر عمل ہونا چاہئے یا پھر عام سرمہ اور اثمد سرمہ میں کسی امتیاز کی نشاندہی کرنا چاہئے، ورنہ مسئلہ کیلئے دیگر احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس طرح حدیث رسول کو مرجوح قرار دینے کی جرأت سے بچ جائیں گے، لیکن دونوں فتاویٰ کی تحقیق بتارہی ہے کہ مسئلہ کا حل راجح، مرجوح کی کسوٹی سے ہی تلاش کیا گیا ہے البتہ محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب تطبیق کے قائل ہیں جو مثبت اور قابل تحسین فکر ہے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مذکورہ احادیث میں نہ کوئی راجح و مرجوح ہے اور نہ ہی ان میں ایسا تعارض و تضاد ہے کہ ایک کا ضعف دوسری کے ثبوت یا اس کے راجح ہونے کو مستلزم ہو بلکہ دونوں میں تطبیق کی ضرورت ہے جیسا کہ عراقی فقہاء کے نزدیک جماعت واجب ہے اور خراسانی فقہاء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے لیکن فقہاء کرام نے دونوں طرف کی روایات سے ماخوذ تعبیر میں تطبیق دے کر روایات کو راجح اور مرجوح کی کسوٹی پر رکھنے سے محفوظ کر دیا، یا جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مال تصدق کرنے میں تطبیق دی گئی ہے قرآن مجید میں ہے:

ولاتجعل یدک مغلولة الی عنقک ولاتبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا ○ (۳)

اور اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر نہ رکھو اور نہ ہی بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔

یا ارشاد فرمایا:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ○ (۴)

اور لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی بلکہ دونوں (اسراف و بخل) کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب مال و اسباب خرچ دینے کی ممانعت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال صدقہ کرنے کی ترغیب فرمائی تو حضرت عمر فاروق نے تمام مال و اسباب میں سے نصف لاکر پیش خدمت کیا اور دریافت کرنے پر عرض کیا اتنا ہی اہل و عیال کیلئے چھوڑ آیا ہوں یعنی آیات کی اتباع میں معتدل راہ اختیار کی، پھر حضرت ابوبکر صدیق نے کل اثاثہ لاکر حضور اکرم کی خدمت میں پیش کیا، حضور اکرم کے دریافت کرنے پر عرض کیا، اہل و عیال کیلئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے یعنی گھر کیلئے کچھ نہ رکھا حضرت ابوبکر صدیق کے اس عمل کو ولاتسرفوا کی کسوٹی پر رکھنے یا دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کے عمل میں تعارض یا راجح، مرجوح تلاش کرنے کے بجائے تطبیق دی گئی کہ اگرچہ مصارف خیر میں قرآن مجید نے اعتدال کا حکم دیا ہے اور حضرت عمر فاروق نے اسی پر عمل کیا ہے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے بھی لاسرف فی خیر (خیر میں فضول خرچی نہیں) پر عمل کیا ہے، اگرچہ دونوں حضرات صحابہ کے عمل میں تعارض ہے اور دونوں عمل ایک درجہ کے نہیں مگر محدثین و فقہاء نے خوبصورت تطبیق دی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ میں عام حکم تو اعتدال و میانہ روی کا ہے لیکن مالک صدق و توکل کی شان ہی نرالی ہے کہ وہ ہمیشہ لاسرف فی خیر پر عمل پیرا رہتے ہیں اور اس کے ثبوت میں حضرت ابن عباس سے مروی یہ روایت بھی پیش کر دی:

لو انفقت مثل ابو قبیس ذهبا فی طاعة اللہ لم یکن اسرافا.

اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ابو قبیس پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو یہ اسراف نہیں ہوگا۔

اسی طرح روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت و ممانعت والی احادیث میں بھی تطبیق ممکن ہے۔

الغرض محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے "الفطر مما دخل" والی حدیث یعنی ابوداؤد میں مروی حضرت معبد والی روایت کو سنن ابوداؤد کے حوالہ سے ہی "منکر" ثابت کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں معروف حدیث جو حضرت انس بن مالک سے مروی ہے وہ پیش کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ترمذی شریف والی حدیث کہ جس میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے وہ راجح ہے اور محترم مفتی محمد ابراہیم قادری کے اس سہو کی نشاندہی کی ہے کہ مفتی صاحب موصوف نے حدیث "الفطر مما دخل" (کہ روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو باہر سے جسم کے اندر داخل ہوں) کے آخری الفاظ حذف کر دیئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے، اس کی سند بھی ضعیف ہے اور اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ یہ ترمذی کی اس حدیث سے معارض ہو سکے جو دیگر اسانید سے تقویت یافتہ ہے۔

حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری کی پیش کردہ روایت الفطر مما دخل دراصل حضرت ابن عباس (صحابی) اور حضرت عکرمہ (تابعی) کے اقوال ہیں اور ان کی فنی حیثیت یہ ہے کہ بخاری نے ان کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور وہ بھی بغیر سند کے اور یہ بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ بخاری میں موجود ہر روایت مستند ہو، بلکہ بخاری کی بیشتر روایات فقہ حنفی سے متعارض ہیں، ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ حنفی مدارس میں فقہ حنفی پڑھائی جاتی ہے اور آخری سال اس کے برعکس بخاری پڑھائی جاتی ہے۔ غرض کہ بخاری کی تعلیقات میں ہر قسم کی روایات کا ذخیرہ موجود ہے۔

الفطر مما دخل / الافطار مما دخل کے ضمن میں حالت روزہ میں سرمہ لگانے کی ممانعت والی روایت قابل حجت نہیں اس لئے کہ ایک تو یہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عکرمہ کے اقوال ہیں جو حدیث ترمذی یعنی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ہیں، دوم اس لئے کہ یہ عمل رسول کے خلاف ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ استعمال فرمایا ہے جو تواتر سے ثابت ہے، سوم الفطر مما دخل، اجازت رسول کے مقابل ہے، چہارم یہ مسئلہ فقہاء کرام کی مستند تحقیقات سے زیادہ عموم بلویٰ کا عملی عقیدہ ہے جو تواتر سے ثابت ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق صدیوں پر محیط ہے سوائے امام مالک کے، نیز فقہاء امت کی غالب ترین اکثریت کے روزہ میں سرمہ لگانے کے جواز میں مطبوعہ فتوے کتب فتاویٰ میں موجود ہیں کتب ظاہر الروایہ سے لے کر متون و شروح تک اس کے جواز پر شاہد ہیں، اہل علم ان سے بخوبی آگاہ ہیں تو چودہ صدیوں بعد کوئی حالت روزہ میں سرمہ لگانے پر فساد روزہ کا فتویٰ دے تو تعجب ہوتا ہے، بہر حال روزہ میں سرمہ کا استعمال سنت ہے اس کا خلاف درست نہیں، صحیحین میں حضرت انس سے مروی ہے من رغب عن سنتی فلیس منی. (۵) اور ابن ماجہ میں حضرت ام المؤمنین سیدہ صدیقہ سے مروی ہے

من لم یعمل بسنتی فلیس منی. (۶)

روزہ میں آشوب چشم کے مریض کو سرمہ لگانے کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ ترمذی کی حدیث سے عیاں ہے، دکھتی آنکھ والے مریض کو سرمہ لگانے کی اجازت جائز غرض کیلئے ہے اور وہ غرض عضو بدن کی حفاظت اور صحت کیلئے مطلوب ہے جو تابع ہے اس کے کہ جان کی حفاظت فرض ہے لہٰذا یہ غرض مطلوب شرعی ہوئی، بلکہ ہر وہ غرض صحیح جو شریعت کو مطلوب نہ ہو اور وہ اپنے تقویٰ سے معارض بھی نہ ہو ذاتے بھی

شرع قبول کرتی ہے،جیسے ماتھے سے پسینہ پونچھنا یہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں، لیکن نماز میں بلا کراہت جائز ہے جبکہ وہ پسینہ ایذا دے رہا ہو، جیسا کہ عنایہ،نہایہ اور بحر الرائق میں کل عمل یفید المصلی لاباس بہ کی دلیل میں یہ حدیث نقل تحریر کی گئی ہے۔

انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عرق فی صلوتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ، ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیدا.

مطلب یہ کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز پسینہ سے شرابور تھے تو آپ نے اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ پونچھا یعنی اس پر ہاتھ پھیرا کیونکہ وہ پسینہ تکلیف دے رہا تھا تو یہ عمل مفید ہوا۔

اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ کے قول الفطر مما دخل اور حدیث رسول جس میں حالت روزہ میں سرمہ لگانے کا حکم اور اجازت ہے یعنی اکتحال فی الصوم میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ صحابی و تابعی کے قول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں مساوات کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اس لئے ان کو کسی بھی زاویہ سے ہم درجہ بنا کر معارض ثابت کرنا درست نہیں ہے،نیز اکتحال فی الصوم یعنی روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ ڈالنا،اس میں غرض موجود ہے جو حفاظت جان کے حوالہ سے مطلوب شرعی ہے اور یہ حدیث صحابی و تابعی کے قول سے بہر صورت اقوی ہے اور حکم یہ ہے کہ اذا ثبت الاصح لایعدل عنہ اذا لم یوجد اقوی منہ، یعنی جب صحیح تر ثابت ہو جائے تو اس سے اس وقت تک عدول نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے قوی تر دلیل نہ مل جائے۔

اس لئے ہم محترم مفتی منیب الرحمن صاحب کی تائید کرتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا جائز ہے اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور یہ کہ محترم موصوف نے دونوں حدیثوں کو ایک ہی درجہ نہ دے کر جو تعارض رفع کیا ہے وہ درست ہے کیونکہ اصل میں اختلاف کا سبب ہی دونوں حدیثوں کو ایک ہی درجہ دینا اور فقہاء کرام کا دونوں حدیثوں کو ذریعہ استنباط و استدلال بنانا ہے۔

مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ''احناف تعارض کے وقت ''محرم'' کو ''مبیح'' پر ترجیح دیتے ہیں'' پھر انہوں نے الفطر مما دخل کو راجح ثابت کرنے کیلئے تین وجوہ ذکر فرمائی ہیں،اول یہ کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے،اس کے جواب میں محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''مفتی (محمد ابراہیم) صاحب کی خدمت میں عرض ہے جب احناف احادیث کے تعارض کے وقت آپ کی جانب سے ذکر کردہ وجوہ سے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیتے رہے ہیں تو آئمہ اربعہ میں سے آج تک قدیم فقہاء نے اکتحال فی الصوم کے جواز کی حدیث کو ترجیح کیوں دی؟ اور الفطر مما دخل کو ترجیح کیوں نہیں دی؟ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ فقہاء کرام کو تعارض کا علم نہیں تھا یا تعارض میں وجوہ ترجیح فقہاء کرام نہیں جانتے تھے،یا پھر قصداً اس پر عمل نہیں کیا گیا،تو لازمی طور پر یہ کہنا ہوگا کہ فقہاء کرام کے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہی نہیں ہے، جس طرح مفتی منیب الرحمن صاحب نے فرمایا ہے، لیکن یہ احتمال ضعیف ہے، کیونکہ دونوں حدیثوں کو فقہاء نے قبول کیا ہے اور مقام استدلال

میں ذکر کیا ہے۔لہٰذا ایک درجہ کی نہ ہونے کے باوجود ان میں سے کوئی حدیث متروک نہیں ہے" (۷)

ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں تطبیق پیدا کی جائے اور راجح و مرجوح میں تقسیم کرنے کی بجائے مقام استدلال میں ان سے استفادہ کیا جائے، لیکن جب محدثین وفقہاء کرام نے احادیث کو انواع و درجات اور راجح مرجوح میں تقسیم فرما دیا ہے اور فقہاء کرام حدیث کے درجہ کے مطابق ہی کسی مسئلہ میں اس سے استدلال فرماتے آ رہے ہیں تو محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے انہی فقہاء کرام کی اتباع میں مذکورہ دونوں حدیثوں کو ایک درجہ کی حدیث قرار نہ دے کر جو تعارض رفع فرمایا ہے وہ درست ہے، حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کا اس احتمال کو ضعیف قرار دینا اپنی جگہ مگر صدیوں سے مروج اصطلاح، راجح و مرجوح، تعارض و درجہ بندی کے خلاف یا ان سے صرف نظر کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے ہم مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی تائید کرتے ہیں۔

نیز احناف تعارض کے وقت مُحَرِّم کو مُبیح پر یعنی حرام کرنے والی کو حلال کرنے والی پر ترجیح دیتے ہیں مگر اصول تو یہ ہے کہ ہر شے میں اصل اباحت ہے یعنی اباحت ثابت کرنے کیلئے نص کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ کسی چیز کی حرمت ثابت کرنے کیلئے نص کی ضرورت ہوتی ہے، سرمہ ڈالنے کے اصول میں اصل اباحت ہے اور اس اباحت کی حالت روزہ میں سرمہ ڈالنے سے ممانعت و حرمت کے حوالہ سے جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ غیر ثابت ہے اور تعارض میں بھی مرجوح ثابت ہوئی ہے لہٰذا مُحَرِّم سرے سے بے اثر ہے اور جس کو مفتی محمد ابراہیم صاحب نے مُبیح قرار دیا ہے وہی مُحَرِّم پر اقویٰ ہے۔

مفتی محمد ابراہیم قادری نے الفطر مما دخل (روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو باہر سے جسم کے اندر داخل ہوں) کو راجح ثابت کرنے کیلئے ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ "جس روایت میں کلیہ بیان ہوا ہو اس کو ترجیح ہوتی ہے" اگر یہ واقعی کلیہ ہے کہ کوئی چیز جسم کے اندر داخل ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو پھر روزہ دار کے منہ میں مکھی، مچھر، غبار اور دھواں (دھواں کثیف ہے) داخل ہو جائے تو روزہ کے فاسد ہو جانے کا حکم لگانا پڑے گا، حالانکہ ان چیزوں کے حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔ اسی طرح سر میں خالص سرسوں کے تیل کی مالش کرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (حالانکہ یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ خالص سرسوں کا تیل، تارامیرا یا جوائیں کے تیل سے سر کی مالش کی جائے تو چند لمحوں کی مالش کے دوران ہی تیل کا ذائقہ (کڑواہٹ) حلق میں محسوس ہو جاتا ہے اور تیل بھی دماغ میں (بصورت رطوبت) پہنچ جاتا ہے اور فائدہ دیتا ہے، اہل شہر جسے سرسوں کا تیل سمجھتے ہیں وہ دراصل ترمی، رایا، اُمرہ، سنجھوی کا تیل ہوتا ہے نہ کہ خالص سرسوں کا) اسی طرح حالت روزہ میں رگی اور فصد لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔۔۔ جلیبیں (خون پینے والے کیڑے) لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔ روزہ کی حالت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی داخل کرنا مفسد روزہ نہیں ہے بلکہ کلی کے بعد منہ میں موجود پانی کی تری نگل لینے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔۔۔ روزہ دار عورت نے سالن کا مرچ مصالحہ چکھ لیا اور ذائقہ محسوس کر لیا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔۔۔ دنداسا اور مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ ان کا چبانا صرف مکروہ ہے مفسد روزہ نہیں۔۔۔ محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کی تحقیق کے مطابق روزہ کی حالت میں خون نکلوانا، چرچ ھوانا اگرچہ مکروہ ہے مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۸) یہ سب چیزیں باہر سے جسم کے اندر داخل ہوتی ہیں مگر روزہ کو فاسد نہیں کرتیں تو الفطر مما دخل، کلیہ نہ رہا۔